ایک دلچسپ خط کا اقتباس

از

(لفٹننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید صاحب)

مدت کے بعد مفصل خط بھیجا۔ ایک بار پڑھا، پھر مکرر پڑھا۔ پھر گھر جا کر بیوی کو پڑھ کر سنایا۔ بڑی مسرت ہوئی آپ سب احباب کی خیریت معلوم کر کے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے آمین۔ اور اپنی حفاظت کا سایہ قائم رکھے۔ آپ لوگ اکثر یاد آتے ہیں۔ یہ کوئی رسمی بات نہیں جو میں لکھ رہا ہوں۔ ایک حقیقت ہے جسے ہم دونوں شدت سے محسوس کرتے ہیں۔ شاید آپ کو یاد ہو کہ مجھے موسیقی کا بھی شوق ہے۔ میں سینما کے گانوں کا شوقین نہیں۔ (اس ضمن میں ایک بات یاد آگئی مولانا ابوالکلام آزاد نے غبار خاطر میں، شاید آخری خط ہے، جہاں ذکر موسیقی کا کیا ہے، وہاں ایک کتاب کا بھی ذکر کیا ہے جس کا نام "معارف النغمات" ہے اور راجہ نواب ٹھاکر علی خاں کی تصنیف ہے دو جلدوں میں یہ کتاب کئی برس ہوئے میرے پاس تھی۔ اس فن پر بہترین کتاب ہے۔ مگر کوئی اڑا کر لے گیا۔ جب غبار خاطر پڑھی تو پھر اسے حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ حال ہی میں کراچی سے یہ کتاب سیکنڈ ہینڈ دستیاب ہو گئی ہے۔ کوئی شخص بمبئی سے آئے تھے اور ان کے پاس تھی۔ بہت مدت سے یہ کتاب نایاب تھی! اب کچھ دنوں سے اس فن کا از سر نو مطالعہ شروع کر دیا ہے!!!)

عجیب بات ہے کہ ہمارے علماء نے کبھی اس فن سے احتراز نہیں کیا بلکہ بحیثیت ایک علم اور ہنر کے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ امیر خسرو کو چھوڑیے ان کو تو اس فن کا موجد ہی سمجھا جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ اور آپ کے خاندان کے اور کئی بزرگ اس فن میں مہارت رکھتے تھے۔ ایک قصہ یاد آگیا ہے نہ معلوم کہاں پڑھا ہے، شاہ صاحب فتحپوری میں درس کے لئے نکلے تھے اور جامع مسجد کی طرف جا رہے تھے کہ کسی طوائف کے گانے کی قریب ہی سے آواز آئی۔ ساتھیوں کو کہنے لگے کہ یہ "پوریا دھناسری" گا رہی ہے! جب میں نے یہ قصہ

پڑھا تھا مجھے انتہائی خوشی ہوئی تھی۔ آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ اس تشخیص کو کچھ وہی سمجھ سکتا ہے جو اس راگ سے واقف ہے اور جانتا ہے کہ پوریا۔ پوریا دھناسری۔ بسنت اور سوہنی راگوں سے اس کا امتیاز کرنا بڑی مشکل بات ہے، چلتے چلتے یہ کہہ دینا کہ "پوریا دھناسری" گایا جارہا ہے کوئی خالہ جی کا گھر نہیں۔ پوریا راگ اور اس سے ملتی جلتی پوریا دھناسری، مارروا راگ کے سمپورن اور سمپورن کھاڑو راگ ہیں اور ان سروں کی آمیزش اس طریقہ سے کی گئی ہے کہ جب تک ایک ہزار بار یہ دونوں راگ نہ سنے گئے ہوں ان کا شناخت کرنا محال ہے! خیر مجھے یہ قصہ پڑھ کر انتہائی خوشی ہوئی۔ اپنے شوق کا جواز مل گیا!!! راگ میں ایک عجیب کیفیت ہے جس کا تعلق تصوف کے ساتھ ہے میں قوالی غزل اور گیتوں کو راگ نہیں سمجھتا اور نہ ہی کبھی سنتا ہوں۔ راگ خواہ کوئی بھی ہو اپنی شدھ شکل میں ایک سماں باندھ دیتا ہے جس کا تصور فقط ایک صوفی منش کے ذہن میں ہوتا ہے۔ یہ سات سروں کی آمیخت کا اثر ہے اور پھر یہ آمیخت موسم، تہوار، وقت پر منحصر ہے اور اپنی اپنی کیفیت رکھتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں راجہ نواب ٹھاکر علی خاں بہت بڑے صوفی ہوں گے جو اس پائے کی کتاب لکھ گئے۔ آپ میرس کالج آف میوزک لکھنؤ کے پرنسپل بھی تھے اور ۱۹۳۳ء میں میں نے آپ سے لکھنؤ ہی میں ستار بھی سنی تھی اس وقت آپ بہت بوڑھے ہو چکے تھے لیکن جب انگلیاں ستار سے نغمے جھاڑتی تھیں تو ان میں بڑی جان محسوس ہوتی تھی، جیسے تار کو کھینچ کر وہ اپنے روح کے ساتھ اس کا رابطہ قائم کر رہے ہیں۔ ماہر موسیقی جب مختلف راگوں کے مظاہرے کرتا ہے خواہ گلے سے یا انگلیوں سے تو جو شکل وہ راگ کی پیدا کرتا ہے وہ اس کے خود اپنے روحانی مدارج کا عکس ہوتا ہے اور جوں جوں مدارج بدلتے ہیں اس کی ادائیگی میں تحلیل آتی جاتی ہے اور وہ کئی کئی طریق سے سرگم کے اتار چڑھاؤ کو علم ریاضی کی طرح بدلتا جاتا ہے، درحقیقت یہ اس کی اپنی روح کی آواز ہوتی ہے ———————

دیکھئے کیا لکھ گیا ہوں۔ معاف فرمایئے۔ نہ فقہ نہ حدیث نہ تفسیر نہ تاریخ! آپ کہتے ہوں گے یہ شریف آدمی منحرف ہو گیا ہے۔ نہیں صاحب یہ بات نہیں۔ غیر شعوری طور پر اپنی صفائی پیش کر گیا ہوں۔ عمر بڑھتی ہے تو تصوف کی طرف لگاؤ ہوتا جاتا ہے اور تصوف ایک بے لگام سی چیز ہے! اس کا راہ و رسم بھی کوئی نہیں جہاں سُر مل گیا بس وہیں "رسم" بھی تلاش کر لیا۔!!! پھر تو طبلے کی تال میں بھی سرور معلوم ہوتا ہے جیسے لوگ گدھے کی آواز سے تشبیہ دیتے ہیں۔